یوسف علی خان

تحریک خلافت کے سرگرم رکن

بیرسٹر جان محمد جونیجو

برطانوی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جن مسلمان رہنماؤں نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے جدوجہد کی ان میں سندھ کے مسلمان رہنما بھی دوش بدوش شریک جدوجہد رہے تحریک خلافت کے تذکرے کے ساتھ ہی جہاں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد مولانا عبدالباری لکھنوی، ڈاکٹر کچلو وغیرہ کے نام آتے ہیں وہاں سندھ کے مسلم رہنماؤں سیٹھ عبداللہ ہارون، رئیس غلام محمد بھرگری، مولانا تاج محمود امروٹی، پیر صاحب جھنڈے والے مولانا دین محمد وفائی اور مولانا عبدالکریم درس وغیرہ کے نام بھی آتے ہیں۔ ان ہی کے ساتھی لاڑکانہ کے بیرسٹر جان محمد جونیجو (مرحوم) کو اس لیے انفرادیت حاصل ہے کہ انھوں نے انگریزوں سے ٹکر لی تحریک خلافت اور تحریکِ ترک موالات میں بھرپور حصہ لیا۔ اپنا شاندار مکان اور زرخیز زمینیں فروخت کر دیں، ضلع لاڑکانہ کی اپنی سرداری، دوسرے نمبر کی کرسی، میونسپل کمشنری، لوکل بورڈ کی ممبری اور بیرسٹری سب ترک کر کے انگریز دشمنی میں ساڑھے سات سو مسلمانوں کی ایک اسپیشل ٹرین میں پشاور پہنچے اور ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے۔ اس طرح بیرسٹر جان محمد جونیجو کو خلافت تحریک کے دوران ۱۹۲۰ء میں پہلے مہاجر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایسے ہی بے غرض اور مخلص رہنماؤں کی جدوجہد اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ لاڑکانہ سندھ کا مردم خیز ضلع بن گیا۔ جہاں سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیات افق سیاست پر نمودار ہوئیں۔ لاڑکانہ کی سیاسی شخصیات نے تقسیم ہند سے پہلے تحریک پاکستان کے دوران

اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا، جن میں سر شاہ نواز بھٹو، محمد ایوب کھوڑو، قاضی فضل اللہ، ذوالفقار علی بھٹو، بیگم نصرت بھٹو، اور ان کی صاحبزادی محترمہ بے نظیر بھٹو شامل ہیں لیکن اس وقت ہم صرف بیرسٹر جان محمد جونیجو (مرحوم) کا ذکر کریں گے۔

جان محمد جونیجو لاڑکانہ کے قریب واقع زرخیز زمینوں کے ایک گاؤں "دھامرہ" میں پیدا ہوئے ان کے والد حاجی کریم بخش خان جونیجو اپنے علاقہ کے بڑے دولت مند اور زمین دار تھے۔ انہیں تعلیم سے بہت دلچسپی تھی۔ اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے جان محمد جونیجو کو پہلے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں دلوائی جس میں فارسی اور عربی شامل تھی۔ چونکہ لاڑکانہ کے اسکول میں اس زمانہ میں صرف پانچویں درجہ تک انگریزی تعلیم ہوتی تھی۔ اس لیے حاجی کریم بخش خان نے جان محمد جونیجو کو مزید تعلیم کے لیے کراچی بھجوا دیا۔ یہاں انھوں نے سندھ مدرسۃ الاسلام سے میٹرک کیا۔ اس وقت ان کے اسکول کے ساتھی حسن علی اور علی گوہر بھٹو (مسٹر بھٹو کے چچا) تھے جب علی گوہر بھٹو بیرسٹری کی تعلیم حاصل کرنے انگلستان چلے گئے تو جان محمد جونیجو کو شوق پیدا ہوا۔ ان کے شوق کو دیکھ کر ان کے والد نے ۱۹۱۰ء میں جونیجو کو بھی بیرسٹری کی تعلیم کے لیے انگلستان بھیج دیا۔ وہ تین سال تک لندن میں زیر تعلیم رہے اور بیرسٹری کا امتحان پاس کرلیا۔ اس کے بعد بھی وہ دو سال تک لندن میں پریکٹس کرتے رہے۔ پھر لندن سے وہ واپس اپنے گاؤں دھامرہ آئے جس کے بعد چند دن انھوں نے کراچی میں گزارے اور پھر لاڑکانہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی یہ وہ زمانہ تھا جب پورے ہندوستان میں "علی برادران" یعنی مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی اپنے جوشِ خطابت سے مسلمانوں میں بیداری کی روح پھونک رہے تھے اور مسلمانانِ ہند خلافت تحریک کی بھرپور حمایت کر رہے تھے۔ اس سے قبل ۱۹۱۷ء میں غلام محمد خان بھرگری نے اپنی کوششوں سے کراچی میں مسلم لیگ کی شاخ قائم کی۔ اس کے جو افراد رکن بنے ان میں جان محمد جونیجو بھی شامل تھے۔ اب ان کو سیاست سے دلچسپی ہوگئی تھی یورپ میں ترکی سلطنت کو تقسیم کرنے کی بین الاقوامی سازش شروع ہوچکی تھی۔ چنانچہ اس پر غور کرنے کے لیے لکھنؤ میں مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس طلب کیا جس میں ترکی کی حمایت میں دھواں دھار تقریریں کی گئیں اور ایک قرارداد کے ذریعے طے کیا گیا کہ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۱۹ء کو

ہندوستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں ترکی کی بقا کے لیے دعائیں مانگی جائیں اسی دن کو یوم خلافت کہا جاتا ہے ۔ اس زمانے میں یہ دن منانا انگریزوں کو سخت ناپسند ہوا کرتا تھا ۔ لیکن جان محمد جونیجو نے حضرت پیر تراب علی شاہ کی مدد سے اپنے لاڑکانہ کے بنگلے کے سامنے بڑی دھوم دھام سے جلسہ عام کرکے "پہلا یوم خلافت" منایا ۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے موقع پر انگریزوں نے ہندوستان بھر میں ۱۳ نومبر سے ۱۶ نومبر ۱۹۱۹ء تک "جشن صلح" منانے کا فیصلہ کیا ۔ لیکن مسلمان اس جشن کے خلاف تھے چنانچہ انھوں نے نومبر ۱۹۱۹ء میں ہی دہلی میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کا جلسہ طلب کیا ۔ اور قرارداد پاس کی کہ جشن صلح کا بائیکاٹ کیا جائے ۔ ۔ اس غرض کے لیے سندھ کے رہنماؤں کا ایک وفد آل انڈیا خلافت کانفرنس میں شرکت کے لیے دہلی روانہ ہوا جس میں جان محمد جونیجو بھی شامل تھے ۔ وہاں یہ طے کیا گیا کہ جونیجو صاحب لاڑکانہ جاکر اس مسئلہ پر مسلمانوں میں جوش پیدا کریں گے ۔ چنانچہ جان محمد جونیجو نے واپس لاڑکانہ آکر مسلمانوں میں جوش و خروش کی لہر دوڑادی ۔ جشن صلح کی مخالفت کرتے ہوئے لاڑکانہ کے مسلمانوں نے سیاہ جھنڈیاں ہاتھ میں لے کر جلوس نکالا اور کاروبار بند کرکے مکمل ہڑتال کی ۴ جنوری ۱۹۲۰ء کو حیدرآباد سندھ میں خلافت کا پہلا جلسہ ہوا ، جس میں جان محمد جونیجو نے ضلع لاڑکانہ میں انگریز شاہی کے ظلم کے خلاف ایک ولولہ انگیز تقریر کی ، اسی طرح ۶، ۷، ۸ جون ۱۹۲۰ء کو جان محمد جونیجو کی کوششوں سے لاڑکانہ میں دوسری خلافت کانفرنس ہوئی جس کی صدارت پیر صاحب جھنڈے والے نے کی ۔ اس جلسہ کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر جان محمد جونیجو تھے ۔ اس کانفرنس میں مولانا شوکت علی ، مولانا عبدالباری لکھنوی مولانا ابوالکلام آزاد ، رئیس غلام محمد خان بھرگڑی سیٹھ عبداللہ ہارون ، مولانا تاج محمود امروٹی ، ڈاکٹر کچلو وغیرہ شامل تھے ۔ یوں تو کانفرنس میں بڑی دھواں دھار تقاریر ہوئیں جس سے مسلمانوں میں جوش و خروش پیدا ہوا اور بیداری کی لہر دوڑ گئی تاہم اجلاس کے آخری دن یہ فیصلہ کیا گیا کہ سندھ کا ایک وفد بمبئی جاکر سندھ میں سرکاری ملازمین کے مظالم کے خلاف گورنر کو توجہ دلائے (یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت سندھ بمبئی صوبہ میں شامل تھا ۔ یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو سندھ بمبئی

سے پیدا ہوا) چنانچہ اس فیصلے کے مطابق جان محمد جونیجو کی سرکردگی میں ایک وفد تشکیل دیا گیا جس میں پیر صاحب جھنڈے والے، مولانا دین محمد وفائی اور کئی معززین شامل تھے۔ یہ وفد بمبئی روانہ ہوا۔ وہاں ۲۴ دن قیام کے باوجود گورنر نے ان کو ملاقات کا موقع نہیں دیا البتہ وہاں اس وفد نے آل انڈیا خلافت کانفرنس کے اس اجلاس میں شرکت کی جس کی صدارت سندھ کے رہنما غلام محمد خان بھرگڑی کر رہے تھے۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں ضلع دادو کے گاؤں سیہون شریف میں خلافت کا جلسہ ہوا صدارت مولانا عبدالکریم درس نے کی۔ اس جلسہ میں جونیجو صاحب نے زور دار تقریر کی اور ہجرت کی بابت ایک قرار داد پاس کی۔ اس قرار داد نے جیکب آباد کی کانفرنس میں عملی صورت اختیار کرلی۔ جیکب آباد کی کانفرنس میں جان محمد جونیجو نے پہلے پہل انگریزوں کے خلاف قطع تعلقات یعنی ترکِ موالات کا سوال اٹھایا۔ جیکب آباد میں اسی سال مولانا تاج محمود امروٹی کی زیر صدارت خلافت کا جلسہ ہوا۔ جلسے میں تقریر کرتے ہوئے بیرسٹر جونیجو نے اعلان کیا کہ وہ اپنی سرداری، دوسرے ممبر کی کرسی، میونسپل کمشنری، لوکل بورڈ کی ممبری اور بیرسٹری سب ترک کر دیتے ہیں۔ حکومت کو زمینوں کی زر مال گزاری ادا کرنے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ ان کی تقریر کا اتنا زبردست اثر ہوا اور ترکِ موالات کا اتنا جوش پیدا ہوا کہ سینکڑوں افراد نے انگریزوں سے اپنے تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کر دیا۔ جیکب آباد کے جلسے کے بعد پورے سندھ کے عوام میں انگریزوں کے خلاف زبردست غم و غصہ پیدا ہو گیا اور بیشتر افراد نے تہیہ کر لیا کہ وہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہندوستان سے ہجرت کر کے اپنے آزاد برادر اسلامی ملک افغانستان چلے جائیں گے ہجرت کی تیاریوں کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جس کے صدر پیر تراب علی شاہ اور سیکریٹری جان محمد جونیجو مقرر کیے گئے۔ کابل ہجرت کرنے والوں کے ناموں کا اندراج کرنے کے لیے دفاتر کھول دیے گئے۔ جہاں لوگوں نے اپنے نام درج کرانے شروع کر دیئے۔ جونیجو صاحب کے بنگلہ پر ہجرت کمیٹی کا دفتر قائم کر دیا گیا۔ ۲۴ مئی کو حیدرآباد میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت پیر تراب علی شاہ نے کی۔ جلسہ کے فیصلے کے مطابق جان محمد جونیجو کے دستخط سے بمبئی کے گورنر کے پولیٹیکل سیکریٹری کے نام تار روانہ کیے گئے جس میں انھیں بتایا گیا کہ انگریزوں کی

غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلمانان ہندوستان چھوڑ کر افغانستان جارہے ہیں۔ اس فیصلے سے انگریزوں کی بڑی بے عزتی اور بدنامی ہوئی۔ انھوں نے تنگ کرنے کے لیے ہجرت کرنے کا ارادہ رکھنے والے مسلمان زمینداروں کی زمینوں کا پانی بند کردیا۔ جن میں خود بیرسٹر جان محمد جونیجو کی زرخیز زمینات شامل تھیں جن کا پانی بند ہونے سے کھڑی فصلوں اور باغات کو زبردست نقصان پہنچا، لیکن ان کے عزائم میں کمی آنے کے بجائے مزید پختگی پیدا ہوگئی۔

مسلمانوں نے ہجرت کی تیاریاں اس طرح کیں کہ سب سے پہلے انھوں نے اپنی زمینیں اور پھر اپنے مکانات فروخت کرنے شروع کر دیے جس کا فائدہ ہندوؤں نے اٹھایا۔ انھوں نے منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں کو منہ مانگی قیمتیں دے دے کر دھڑا دھڑ ان کی ملکیتیں خرید لیں تاکہ مسلمان کسی طور واپس نہ آسکیں۔ مسلمانوں کی ہندوستان سے افغانستان آنے کی اطلاع حکومت افغانستان کو پہنچادی گئی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی رہنمائی سے ہندوستان افغانستان، ترکی وغیرہ میں بھی مسلمانوں میں باہمی بھائی چارہ، اخوت و محبت کے رشتے مزید فروغ پارہے تھے جس کے باعث افغانستان کے مسلمان سیاسی و دینی تنظیموں اور حکومت افغانستان نے ہندوستانی مسلمانوں کی افغانستان میں ہجرت کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا چنانچہ جولائی ١٩٢٠ء میں سب سے پہلے لاڑکانہ اسٹیشن سے ساڑھے سات سو مہاجرین کو لے کر کرایہ کی اسپیشل ٹرین پشاور کی جانب روانہ ہوگئی۔ لاڑکانہ کے ریلوے اسٹیشن پر ہزاروں مسلمان ان کو الوداع کہنے کے لیے موجود تھے۔ ہجرت کرنے والے تمام خاندانوں کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ انھیں تحفے دیے گئے الوداع کہنے والوں میں لاڑکانہ کے ہندو بھی شامل تھے۔ جب یہ ٹرین لاڑکانہ سے روانہ ہوئی تو سکھر، روہڑی، ملتان، لاہور، راولپنڈی اور پشاور تک ہر جگہ اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ تمام بڑے اسٹیشنوں پر ان کے خورد و نوش کا مکمل انتظام تھا۔ اور لاڑکانہ سے پشاور تک ہزاروں افراد الوداع کہنے اسٹیشنوں پر آتے تھے۔ یہ اسپیشل ٹرین جان محمد جونیجو کی سربراہی میں روانہ ہوئی تھی۔ بیرسٹر جان محمد جونیجو پہلے سندھی فرد تھے جنھیں ہندوستان کے پہلے مہاجر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ قافلہ ١٩ جولائی ١٩٢٠ء کو جلال آباد (افغانستان) پہنچا۔ افغانستان کی حکومت نے ان کا پرجوش استقبال کیا ان کو سہولتیں دیں، لیکن جب اس کے

بعد مزید قافلے افغانستان پہنچے۔ تو پھر یہ انتظام بھی باقی نہ رہا اور بدنظمی ہو گئی۔ بیرسٹر جونیجو افغانستان میں ہندی مسلمانوں کا ایک شہر آباد کرنا چاہتے تھے جس کے لیے انھوں نے حکومت افغانستان سے بات چیت بھی کر لی تھی اور تین مہینے افغانستان میں قیام کرنے کے بعد ہندی مسلمانوں کے شہر کی آباد کاری کے سلسلے میں اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ایک وفد کو ساتھ لے کر مولانا محمد علی جوہر سے ملاقات کرنے پھر ہندوستان چلے آئے اس زمانے میں مولانا جوہر کالجوں کے طلبہ میں "ترکِ موالات تحریک" کی مہم چلا رہے تھے۔ بیرسٹر جونیجو نے بھی کئی کالجوں میں تبلیغی مہم کا ساتھ دینے ہندوستان کے متعدد مقامات کا دورہ کیا پھر وہ لاڑکانہ بھی گئے جہاں ان کو سندھ کے جوڈیشل کمشنر کا نوٹس ملا کہ وہ کراچی آ کر جیکب آباد کی حکومت مخالف تقریر کا جواب دیں۔ جس پر بیرسٹر جونیجو نے کراچی حاضر ہونے کے بجائے کمشنر کو جواب دیا کہ میں افغانستان کے بادشاہ کی رعیت میں سے ہوں "انجمن مہاجرین ہند افغانستان" کی طرف سے مجھے ہندوستان بھیجا گیا ہے اس لیے اگر مجھے ان کا حکم ملا تو میں کراچی آؤں گا ورنہ نہیں یہ کہہ وہ بمبئی چلے گئے جہاں انھیں "بمبئی خلافت کمیٹی" کی طرف سے پچاس لاکھ روپے کی امداد دی گئی تاکہ وہ اسے کابل روانہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ مزید پچاس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا گیا۔ کابل جاتے وقت ان کو سرحد پر روک لیا گیا جہاں انھیں ۲۰ دن رکنا پڑا اور اسی دوران انہوں نے پشاور میں فارسی زبان میں تقریر کر کے انہیں روکے رکھنے کے خلاف حکومت کو خوب لتاڑا اور اپنے آپ کو افغان رعیت ظاہر کیا۔ پشاور سے بھی ان کو نکل جانے کا حکم ملا۔ چنانچہ وہ لاہور آئے وہاں سے لکھنؤ آ کر اور خلافت کانفرنس میں شریک ہو کر فارسی میں تقریر کی

بیرسٹر جان محمد جونیجو اس کے بعد مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ خلافت کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے اجمیر آئے جہاں ان کو تھوڑا سا بخار ہو گیا جس کے باعث وہ جلسہ میں شرکت نہ کر سکے لیکن اپنی فارسی میں لکھی ہوئی تقریر پڑھنے کے لیے روانہ کر دی ان کے بخار نے بڑھ کر خوفناک بیماری کی شکل اختیار کر لی آخر کار ۱۶ اپریل ۱۹۲۱ء کو ہجرت کی حالت میں صبح کے وقت اجمیر شریف میں انتقال کر گئے۔